ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

# خلع کے ذریعے تفریق بین الزوجین میں قاضی کے اختیارات کا تحقیقی مطالعہ

# An exploratory study of the powers of the Qazi in separation between spouses through divorce

**ارحم احسان**

لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج کوٹلی ستیاں، راولپنڈی۔

**غلام حسین**

ایم فل سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

**Abstract**

Islam is a Universal and impartial religion. which covers every sphere of human being's life. In this perspective, Allah Almighty sent Prophet ﷺ to us for illuminating the path of our lives and for teaching us how to live. A human being's life is depicted by these aspects, beliefs, worship, affairs, social life, and ethics. If we elect the part of affairs and social life from these aspects, we can see that family is the unit of society and spouses are the unit of a family. Because marital life plays a pivotal role in the stability, construction, and evolution of any society. In Islamic society, the family commences when a man and woman infiltrate and are tied up into a sacred wedlock bond. Islamic Sharia gives detailed rules and regulations regarding family laws and Islam works justly for the rights of men and women. Islam emphasizes reconciliation in the relationship but sometimes spouses do have not a mutual understating and divergence between husband and wife reaches the threshold, on this point Islam prescribed clear guidelines for spouses. If they want separation, Islam gives permission. A husband can divorce his wife in a very sensible manner and women can also postulate for divorce. But sometimes the husband does not agree to give divorce to the wife, in this case, Islamic shariah has given a way to the wife, which is called "Khula .(خلع) "If Women register a case of khula in the court, then the Qadi (judge) orders separation according to Islamic jurisprudence. In this regard, scholars have different opinions according to different schools of thought. The objective of this article is to review and analyze the authority and rulings of the judge in Khula in the light of Islamic Shariah .

**Keywords:** Society, Family, wedlock, Spouses, Marital life, Islamic Sharia, Reconciliation, Divergence, Separation, Divorce, Khula, Court, Judge (Qadi), Jurisprudence, Authority and Rulings

## تعارف و تمہید

اسلام ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے، اب یہ ایک لازمی بات ہے کہ شرعی نصوص محدود جبکہ انسانی مسائل لامحدود ہیں، انہیں حل کرنے کے لیے یقیناً اجتہاد و تفقہ کا راستہ اپنانا ضروری ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور حدیث نبوی میں زندگی کے بعض مسائل کے بارے میں جزوی تفصیلات بھی موجود ہیں اور بعض مسائل خاص کر معاملات کے بارے میں زیادہ تر اصول و قواعد کی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

رہنمائی پر اکتفاء کیا گیا ہے تا کہ ہر عہد کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق ان کی تطبیق میں سہولت ہو، اسی لیے ہر دور میں ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے ہیں جن کے بارے میں صریح حکم قرآن وحدیث میں نہیں ملتا۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور تیز رفتار سیاسی تبدیلیوں، معاشی انقلابات اور وسائل وذرائع کی ایجادات کا ہے، اس لیے اس عہد میں مسائل بھی زیادہ پیش آتے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام انسانیت کے لیے تکریم، وقار اور حقوق کے تحفظ کا پیغام لے کر آیا۔ اسلام سے قبل معاشرے کا ہر کمزور طبقہ، طاقت ور کے زیر نگیں تھا۔ تاہم معاشرے میں خواتین کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ تاریخ انسانی میں عورت اور تکریم دو مختلف حقیقتیں رہی ہیں۔ قدیم یونی فکر سے حالیہ مغربی فکر تک یہ تسلسل قائم نظر آتا ہے۔ یونانی روایات کے مطابق پینڈورا(Pandora)ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کو کھول کر انسانیت کو طاعون اور غم کا شکار کر دیا۔ ابتدائی رومی قانون میں بھی عورت کو مرد سے کمتر قرار دیا گیا تھا۔ ابتدائی عیسائی روایت بھی اسی طرح کے افکار کی حامل تھی۔ سینٹ جیروم(St. Jerome)نے کہا:

> Woman is the gate of the devil, the path of wickedness, the sting of the serpent, in a word a perilous object.

مغرب میں عورت کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے ایک طویل اور جاں گسل جدوجہد سے گزرنا پڑا۔ نوعی امتیاز کے خلاف عورت کے احتجاج کا اندازہ حقوقِ نسواں کے لیے جدوجہد کرنے والی خواتین کی طرف سے عورت کے لیے(womyn)کی اصطلاح کے استعمال سے ہوتا ہے جو انہوں نے نوعی امتیاز(Gender Discrimination)سے عورت کو آزاد کرنے کے لیے کیا۔ مختلف اَدوار میں حقوق نسواں کے لیے جدوجہد کرنے والی خواتین میں(1820-1906)۔Susan B. Anthony)کا نام نمایاں ہے جس نے(National Woman's Suffrage Association)قائم کی۔ اور اسے 1872ء میں صرف اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے صدارتی انتخاب میں ووٹ کا حق استعمال کرنے کی کوشش کی، جیل جانا پڑا۔ صدیوں کی جدوجہد کے بعد 1961ء میں صدر John Kennedyنے خواتین کے حقوق کے لیے کمیشن قائم کیا جس کی سفارشات پر پہلی مرتبہ خواتین کے لیے fair hiring paid maternity leave practicesاور affordable child careکی منظوری دی گئی۔ سیاسی میدان میں بھی خواتین کی کامیابی طویل جدوجہد کے بعد ممکن ہوئی۔Jeanette Rankin of Montanaپہلی مرتبہ 1917ء میں امریکی ایوان نمائندگان کی رکن منتخب ہو سکی[1]۔

جب کہ اسلام کی حقوق نسواں کی تاریخ درخشاں روایات کی امین ہے۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کرادر کانہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں عورت کے حقوق کو ایک نیا رنگ دیا جارہا ہے، مجھے احساس ہے کہ عورت کی تقدیس اور اس کے حقوق کے حوالہ سے دو متضاد رویے موجود ہیں ،جدید مغربی تہذیب عورت کو بے لگام دیکھنا چاہتی ہے، جبکہ بنیاد پرست ذہن عورت کو کسی بھی طرح کا حق دینے کو تیار نہیں ہے، میرے عہد کی عورت ایک طرف بے لگام آزاد گھوم رہی ہے تو دوسری طرف میرے ہی معاشرے میں ہر طرح کے حق سے اس کو محروم کیا جارہا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ کب تک ان متضادات بیانیوں کے ساتھ زندہ رہے گا؟ جدید تہذیب نے جن مسائل کو ہمارے لیے پیدا کیا ہے، ان کے مناسب حل پر ہم کب عملی طور پر تیار ہوں گے، چنانچہ ماضی قریب میں مختلف اسلامی ممالک میں اس مقصد کے لیے فقہ اکیڈمیوں کا قیام عمل میں آیا، نئے مسائل کو حل کرنے میں ان کی خدمات بہت ہی عظیم الشان اور قابل تحسین ہیں، اس سلسلہ کی ایک کڑی ”فقہ الاسرۃ اور

[1] طاہر القادری، ڈاکٹر، اسلام میں خواتین کے حقوق، ص:۱۰، منہاج القرآن پبلی کیشنز، اشاعت جولائی ۲۰۱۹ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

پاکستانی قانون" بھی ہے، جس میں "عدالتی خلع کی فقہی اطراف کا اختصاصی مطالعہ" کیا جارہاہے، زیر نظر مقالہ اسی سلسلہ کا ایک مختصر حصہ ہے، اس مقالہ کا عنوان "خلع کے ذریعے تفریق بین الزوجین میں قاضی کا اختیار"۔

قاضی کے اختیار کو زیر بحث لانے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ طلاق مرد کا حق ہے، اور فقہ کا یہ بھی اصول ہے کہ طلاق کی گرہ مرد کو ہی دی گئی ہے، اور عورت کو اسلام نے خلع کا حق دیا ہے۔ اگر عورت اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اور اپنے شوہر کی بداخلاقی، مکاری یا اُس کی کمزوری سے نالاں ہو جائے اور اُسے ناپسند کرے اور اُسے خوف ہو کہ حدود اللہ کی پاسداری نہ کر سکے گی تو وہ شوہر سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور یہ کسی عوض کے بدلے ہو گا جس سے وہ اپنی جان چھڑائے۔ اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[2]

پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کرلے۔

شریعتِ مطہرہ نے طلاق کو صرف شوہر کا حق قرار دیا ہے، کیونکہ شوہر ہی خاص طور سے رشتہ زوجیت قائم رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور وہ زوجیت کی بناء پر کافی مال خرچ کر چکا ہوتا ہے، اس لیے وہ طلاق نہ دینے کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ طلاق کی صورت میں اسے مؤخر شدہ مہر اور عورت کے دوسرے مالی حقوق ادا کرنا پڑتے ہیں۔

چونکہ بیوی پر شوہر کے کوئی مالی حقوق واجب نہیں ہوتے، اس لئے شریعت نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے اور عورت کے لئے خلع کا حق رکھا ہے تاکہ اس کے پاس بھی تفریق کا حق موجود ہو۔ عورت کے اس حق کو احادیث مبارکہ میں یوں بیان کیا گیا:

عن ابن عباس :إِنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ. قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً[3]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ! میں کسی بات پر ثابت بن قیس سے ناخوش نہیں ہوں، نہ ان کے اخلاق سے اور نہ ان کے دین سے، لیکن میں اسلام میں احسان فراموش بننا ناپسند کرتی ہوں۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان کا باغ واپس دینا چاہتی ہو؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا باغ دیدو اور ان سے طلاق لے لو۔

تاہم اگر شوہر صحیح ہو اور عورت کے تمام شرعی حقوق پورے کرتا ہو تو اس حالت میں خلع لینا دُرست نہیں ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ايما امرأة سألت زوجها الطلاق ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة[4]

---

[2] سورۃ البقرۃ 229:2

[3] بخاری، الصحیح، کتاب الطلاق، باب الخلع 2021:5، رقم:4971

[4] احمد بن حنبل، المسند، 277:5، رقم:22433

جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق مانگے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

خلع عورت کا ایسا حق ہے کہ جب عورت خلع لے لیتی ہے تو اپنے نفس کی مالک ہو جاتی ہے اور اُس کا معاملہ خود اُس کے ہاتھ میں آجاتا ہے، کیونکہ اس شخص کی زوجیت سے آزادی کے لئے اس نے مال خرچ کیا ہے۔

خلع کو عورت کے لئے مرد سے چھٹکارے کا ذریعہ بنایا گیا ہے کہ جب وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اُس کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو گویا یہ طلاق کی طرح عورت کے پاس ایک حق ہے اس میں عورت کو شوہر سے لیا ہوا مہر واپس کرنا ہوتا ہے۔

شادی ایک ایسا متبرک تعلق ہے جس میں دونوں فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ پیار، محبت، عزت اور احترام کے ساتھ رہنے کا پابند بنایا جاتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ جنسی اعتبار سے معاشرے میں ناہمواری ہمیں گھر سے لے کر ریاست تک اور بالخصوص ازدواجی زندگی میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت اپنی زندگی کو تلخی سے بچانے کے لیے خلع کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ ایسی وجوہات جن کی بنا پر عورت بذریعہ عدالت حقِ خلع اِستعمال کر سکتی ہے، درج ذیل ہیں:

**1۔ مالی وسائل کی قلت**

بے روزگاری اور مالی وسائل کی قلت گھریلو جھگڑے کا باعث بنتی ہے کیونکہ بنیادی ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں اور نوبت علیحدگی تک آجاتی ہے۔ بعض اوقات خاوند کام تو کرتا ہے مگر بیوی کو خرچ نہیں دیتا اور چھوٹی چھوٹی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے اسے بار بار شوہر کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے۔ ایسے دلبرداشتہ حالات سے بچنے کے لیے عورت خلع لے سکتی ہے۔

**2۔ گھریلو تشدد**

شوہر کا بیوی پر تشدد کرنا جس میں جسمانی ایذائی، گالی گلوچ، بے جا مارپیٹ اور تذلیل شامل ہے۔ خاص طور پر منشیات کا عادی شوہر جب کوئی کام کاج نہیں کرتا اور نشے کی حالت میں بیوی پر تشدد کی انتہاء کر دیتا ہے۔ تو ایسی صورت میں عورت کے لیے یہ ظلم و ستم ناقابل برداشت ہو جاتا ہے اس بناء پر وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے۔ اندریں صورت ایسے ظالم شخص سے عورت کو چھٹکارا دلوانے کی خاطر عدالت تنسیخِ نکاح کا اِختیار رکھتی ہے۔

**3۔ جہیز سے متعلقہ مسائل**

جب عورت کو کم جہیز لانے پر طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو وہ مجبور ہو کر بذریعہ عدالت حقِ خلع اِستعمال کر سکتی ہے۔

**4۔ مفقود الخبر شوہر**

اگر شوہر گھر سے 4 سال تک غائب رہے، اور اس کے بارے میں کسی کو علم ہو نہ ہی عورت سے کوئی رابطہ ہو تو ایسی صورت میں خاتون خلع لے سکتی ہے۔ لیکن آج کل جدید ذرائع اِبلاغ کی بھرمار کے دور میں کسی شخص کے بارے میں جاننا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عورت 4 سال سے پہلے بھی خلع کے لیے عدالت کی طرف رجوع کر سکتی ہے۔

**5۔ عدالتی سزا**

اگر شوہر کو کسی بھی عدالت کی طرف سے طویل عرصہ (سات سال) قید کی سزا ہو جائے تو اس وجہ سے عورت عدالت میں جا کر خلع لے سکتی ہے۔

**6۔ ذہنی توازن درست نہ ہونا**

اگر شوہر ذہنی توازن کھو بیٹھے اور بحالی کی کوئی امید نہ رہے تو ایسی صورت میں عورت خلع لے سکتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

### 7۔ بغیر بتائے مرد کا دوسری شادی کرنا

مسلم لاء آرڈیننس کے تحت شریعت مرد کو چار شادیوں کی اجازت دیتی ہے لیکن قانون نے اس پر قدغن لگائی ہے کہ وہ اپنی پہلی بیوی یا بیویوں سے بذریعہ یونین کونسل سے مزید شادی کی اجازت حاصل کرے گا۔ اگر وہ اجازت کے بغیر شادی کر لیتا ہے تو اس بنا پر بھی عورت عدالت سے خلع لے سکتی ہے۔

### 8۔ کم عمری کی شادی پر علیحدگی

کم عمری میں والدین یا سرپرست کی جانب سے کی گئی شادی کو لڑکی بالغ ہوتے ہی اپنی مرضی سے ختم کر سکتی ہے۔ اگر اس وقت بچپن کے نکاح کا انکار نہ کرے تو بعد میں خلع کے لیے عدالت سے رجوع کر سکتی ہے کہ میری کم عمری میں شادی کر دی گئی تھی۔ اب میں بالغ ہو گئی ہوں اور یہ شادی قائم نہیں رکھنا چاہتی۔ اس درخواست پر عدالت تنسیخِ نکاح کی مجاز ہو گی۔

### 9۔ شوہر کا بدکردار ہونا

اگر شوہر خود بری عورتوں سے میل میلاپ رکھے اور بیوی کو غیر اخلاقی زندگی گذارنے پر مجبور کر دے یا مذہب پر عمل کرنے سے روکے۔ تو ایسی صورت میں عورت عدالت سے خلع لے سکتی ہے۔

### قدیم فقہ میں خلع کی جائز صورتیں

اب وہ چند صورتیں دیکھتے ہیں جن میں عورت کی طرف سے طلاق یا خلع کے وقوع میں قدیم فقہاء متفق ہیں:

1۔ نکاح کے وقت عورت نے اپنے لئے طلاق کا حق رکھا ہو اور شوہر نے اُس پر موافقت کی ہو۔ اس شرط کو استعمال کرنا اُس کا حق ہے۔ [اس کو فقہ حنفی کی اصطلاح میں تفویض طلاق کہا جاتا ہے، جس پر مستقل مباحث ہیں]۔

2۔ جب وہ شوہر کی مخالفت کے باعث اپنے نفس پر نافرمانی کے گناہ میں پڑنے کا خوف کرے۔

3۔ اس سے شوہر کا سلوک برا ہو، یعنی وہ اس پر اُس کے دین یا جان کے بارے میں ظلم روا رکھے اور عورت اس سے مال دے کر طلاق حاصل کرنا چاہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[5]

پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کر لے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بیوی سے ناروا سلوک کرنے والے شوہر کے لئے اس سے مہر لینا بھی مکروہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اسلام دین مروت ہے وہ عورت سے برا سلوک قبول نہیں کرتا کہ جب اُسے طلاق دے تو اُس کا مال بھی لے لے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا[6]۔

---

[5] سورۃ البقرۃ:229

[6] سورۃ النساء:۲۰

حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اور جب تم ایک کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کرو اور تم اُن میں سے کسی کو سونے کے ڈھیر بھی دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ نہ لو بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اُس سے واپس لو گے۔

4۔ شوہر اپنی بیوی سے جنسی تعلق پر قادر نہ ہو تو عورت اپنا معاملہ عدالت میں پیش کرے گی، قاضی اُسے ایک سال کی مہلت دیگا کہ (وہ علاج کرائے) اس کے بعد اگر وہ جنسی تعلق پر قادر نہ ہوسکے اور عورت علیحدگی کا مطالبہ کرے تو قاضی اُن کے درمیان علیحدگی کرادے گا۔

5۔ شوہر مجنون ہو جائے یا اُسے برص یا جزام (کوڑھ) کی بیماری لاحق ہو جائے تو بیوی کے لئے یہ حق ہے کہ وہ عدالت میں معاملہ اُٹھائے اور علیحدگی کی مطالبہ کرے، اس پر قاضی اُن میں علیحدگی کرا سکتا ہے[7]۔

اس مختصر وضاحت کے بعد میں اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتی ہوں اور اس حوالہ سے ہم اپنی بات کا آغاز علامہ سعیدی علیہ الرحمۃ کے اس اقتباس سے کرتی ہوں کہ: طلاق کو مرد کے اختیار میں دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وقوع طلاق میں عورت کا بالکل دخل نہیں ہے، ہاں شریعت میں عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے، اگر عورت کو مرد کی شکل وصورت پسند نہ ہو، یا کسی اور طبی نامناسبت کی وجہ سے وہ مرد کو ناپسند کرتی ہو، [یا پھر کسی ذاتی خصلت و کیفیت اور جذبہ کی بنیاد پر ناپسند کرتی ہو] تو وہ اپنا حق مہر چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے[8]۔

علامہ سید قطب شہید لکھتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں او عرض کیا: یارسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی، لیکن میں اسلام کے بعد کفر [ناشکری یا شہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) کو ناپسند کرتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ واپس کر دو گی؟ [ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا] انھوں نے کہا، ہاں، رسول ا ﷺ نے ثابت سے فرمایا: باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو[9]۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر وہ قاضی اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے، یاد رہے کہ یہاں صرف یہ بات کی جا رہی ہے کہ قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا، از خود نکاح فسخ نہیں کرے گا۔

## قاضی کی بین الزوجین تفریق

طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے لیکن اگر مرد عورت پر تعدی اور ظلم کرتا ہے، نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور نہ ہی گھر میں احسن طریقے سے بساتا ہے، تو ایسی صورت میں عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرالے اور مذہب مالکیہ کے مطابق یہ تفریق نافذ ہو جائے گی، اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لیے عورت کو نہ نان ونفقہ دے اور نہ ہی طلاق دے، تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہو جائے اور ٹھیک نہ ہو سکے یا کسی اور نا قابل علاج بیماری میں مبتلا ہو جائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے، تب بھی عورت

[7] مرغینانی، برہان الدین، الھدایہ، ج:3: ص:268، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

[8] سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ج:۳، ص:۱۰۰۶

[9] قطب شہید، سید محمد، فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۸۶، ج:۲، ص:۱۹۹

عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لیے سزایاب ہو یا اس کو عمر قید ہو جائے، تب بھی عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے، اور عورت کے گزر بسر کا ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فی الفور تفریق کر دے گی۔

اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو جائے وہ حکمین کو مقرر کر لیں اور حکمین تفریق کا فیصلہ کر دیں تو تفریق ہو جائے گی، یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائزہ ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل درست ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہب غیر کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے[10]۔

قاضی کی بین الزوجین کے حوالہ سے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جمہور فقہا کے نزدیک بعض مخصوص حالات میں قاضی شرعی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ بلا مرضی شوہر بھی زوجین میں تفریق کر دے، جو بحکم طلاق ہے، اور یہ طلاق شوہر کی اجازت کے بغیر حاکم کی طرف سے ہوتی ہے، جیسے مفقود الخبر، مجنون، نامرد وغیرہ شوہر کے معاملات تمام کتب فقہ میں مفصل موجود ہیں، اس لیے تفریق قاضی کے مسئلہ کی وضاحت کر دینا مناسب ہے[11]۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے وہ عیوب گنوائے جن کی بنیاد پر قاضی شرع کو تفریق بین الزوجین کا اختیار دیا گیا ہے:

۱۔ ایک اس وقت جب کہ شوہر پاگل ہو گیا ہو۔

۲۔ دوسرے جب وہ نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو۔

۳۔ تیسرے جب وہ نامرد ہو۔

۴۔ چوتھے جب وہ بالکل لاپتہ ہو گیا ہو۔

۵۔ پانچویں جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو۔

ان صورتوں کے سوا قاضی کو کہیں بھی تفریق کا اختیار نہیں ہے اور محض عورت کی طرف سے ناپسندیدگی کسی بھی فقہ میں فسخ نکاح کی وجہ جواز نہیں بنتی[12]۔

عدالتی تنسیخ یا پھر قاضی کی تفریق کے مسئلہ پر بات کرتے ہوئے قاضی محمد رویس خان ایوبی لکھتے ہیں:

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے قوانین بھی انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم پر حکمران ہوں، ان کی اطاعت کرو)۔ حدیث میں ارشاد ہے: **السلطان ولی من لا ولی لہ**۔ فقہی ضوابط میں بنیادی قاعدہ ہے کہ ظالموں کے مقرر کردہ قاضیوں کے فیصلے بھی نافذ العمل ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔

اب تنقیح طلب امور مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کیا پاکستان میں قائم شدہ عدالتیں اسلامی نظام اور اس کے اصلِ قضاء سے متصادم ہیں؟۔

---

[10] سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ج:۳، ص:۱۰۰۶۔۱۰۰۷

[11] تقی عثمانی، مفتی محمد، فقہی مقالات، ج:۲، ۱۹۲

[12] تقی عثمانی، مفتی محمد، فقہی مقالات، ج:۲، ۱۹۳۔۱۹۴

۲۔ کیا ان عدالتوں کا حکم کافر عدالتوں کا ہوگا یا مسلمان عدالتوں کا ہوگا؟۔

۳۔ کیا پاکستان کا عدالتی نظام کفر پر مبنی ہے یا اسلام کے مطابق ہے؟۔

۴۔ کیا پاکستان کا طرزِ حکمرانی اسلامی ہے یا کافرانہ؟۔

۵۔ کیا پاکستان کے کسی بھی فرقے کے عالم دین نے ان عدالتوں کو غیر اسلامی قرار دے کر عوام کو مطلع کیا ہے کہ نہ ان عدالتوں میں حاضر ہوں اور نہ ان کے احکام کو تسلیم کریں؟۔

۶۔ کیا پاکستان میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ، جماعت اسلامی میں سے کسی بھی فرقے کے علماء نے ان عدالتوں کے فیصلوں کو مسترد کیا ہے؟۔

ان تنقیحات کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ ہر گز نہیں۔ فسق کی بناء پر عدالتی نظام کو تلپٹ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ فاسق کی قضاء جائز ہے۔ جہاں تک عدالتی سسٹم کا تعلق ہے تو وہ ہر گز اسلام سے متصادم نہیں۔ عدالتی نظام انہی بنیادوں پر استوار ہے جو بنیادیں مسلم فقہاء نے متعین کر رکھی ہیں۔

۲۔ مسلمان عدالتوں کا حکم ہے، کیونکہ جج مسلمان ہیں اور آئین پاکستان میں صاف اور واضح شق موجود ہے کہ اسلام سے متصادم کوئی قانون سازی نہ ہوگی۔ جزوی طور پر اگر بعض غیر اسلامی قوانین موجود ہیں تو ان سے ریاستی قوانین کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں دی جاسکتی نہ ہی قانون شکنی کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے، جب تک کفرِ بواح کا ارتکاب نہ ہو۔ اور کفرِ بواح کا مطلب ہے کہ ارتکاب حرام کے لیے حکومت فرمان جاری کرتی پھرے، مگر ایسا اس ملک میں نہیں ہے۔

۳۔ نہ کفر پر مبنی ہے نہ مکمل اسلام کے مطابق ہے۔ درمیانہ سا ہے۔ قابل برداشت ہے۔

۴۔ نہ اسلامی نہ کافرانہ۔ جمہوری ہے، جو نام نہاد جمہوریت کے پردے میں چند خاندانوں کی اجارہ داری پر قائم ہے۔

۵۔ قیام پاکستان کے بعد کے عدالتی نظام کے خلاف کسی عالم دین کا فتویٰ میری نظر سے نہیں گزرا، بلکہ علماء خود ان عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور ان کے فیصلوں کو تسلیم کرتے رہے۔

۶۔ بہت سارے فیصلے مسترد کیے، لیکن وہ اس لیے نہیں کہ ان کا عدالتی نظام سے کوئی اختلاف تھا، بلکہ محض کسی مخصوص فیصلے پر اظہار ناراضگی کیا، جیسے عائلی قوانین کے تحت کیے گئے فیصلے[13]۔

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے گیارہ معاشرتی مسائل میں امام مالک کے مذہب کی نصوص پر مشتمل ایک فتوی جاری کیا تھا، جس کی جامع ازہر کے تمام علماء نے تصدیق کی ہے، جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں۔ اس فتوی کو مصر کی وزارت اوقاف نے فتاوی اسلامیہ میں شائع کیا ہے، اس فتوی سے پہلے علماء ازہر نے فقہ حنفی سے اس پر تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے، ذیل میں اس فتوی سے چند صورتیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ صورت مسئلہ واضح ہوسکے:

**خاوند کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح**

جب خاوند اپنی زوجہ کا نفقہ نہ دے تو اگر اس کا مال ظاہر ہو تو اس سے خرچ دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس کا مال ظاہر نہ ہو اور وہ یہ نہ بتائے کہ وہ امیر ہے یا غریب ہے، لیکن خرچ نہ دینے پر اصرار کرے تو قاضی اس کو فی الحال طلاق دے دے، اگر وہ عجز کا دعوی کرے اور عجز کو ثابت نہ کر

---

[13] قاضی محمد رویس خان ایوبی، عدالتی فسخ نکاح کی شرعی حیثیت، مضمون مشمولہ، ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، جون ۲۰۱۵، ص:۳۰-۳۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

سکے تب بھی فوراطلاق دے دے اور اگر خاوند اپنے عجز عن النفقہ کو ثابت کر دے تو اسے مہلت دے جو ایک ماہ سے زائد نہ ہو اگر وہ ایک ماہ تک نفقہ نہ دے تو اس کے بعد اس کو طلاق دیدے۔

### مرض یا قید کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند مریض ہو یا قید ہو اور بیوی کو نفقہ نہ دے سکے تو قاضی اس کو اتنی مہلت دے جس میں اس کے شفایاب ہونے یا قید سے چھوٹنے کی توقع ہو، اگر مرض کی مدت اتنی بڑھ جائے یا قید کی مدت اتنی زیادہ ہو جس سے عورت کو ضرر پہنچنے یا اس کو فتنہ لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی اس پر طلاق واقع کر دے۔ فرض کیجئے ایک نوجوان عورت کے خاوند کو کسی جرم میں عمر قید یا بیس سال کی سزا ہو جاتی ہے یا وہ لاعلاج بیماری مثلاً شدید خطر ناک پاگل پن میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خاوند کا کوئی مال نہیں ہے جس سے بیوی خرچ اٹھا سکے اور وہ آبرو مندی سے کسب معاش پر بھی قادر نہیں ہے اس صورت میں مالکی مذہب کے اس فتوی پر عمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

### کسی قریبی جگہ جانے کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند کسی قریبی جگہ چلا جائے اور اپنی بیوی کے لیے نفقہ نہ چھوڑے تو قاضی معروف طریقوں سے اس کو اطلاع دے اور نفقہ بھیجنے کے لیے ایک معین مدت تک مہلت دے، اگر خاوند مدت مقررہ تک نہ آئے یا نفقہ نہ بھیجے تو قاضی طلاق دے دے۔ اگر خاوند کی جگہ گھوڑے کی رفتار سے دس دن کی مسافت یا اس سے زیادہ ہو یا وہ جگہ نامعلوم ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ عورت کے لیے مال نہیں ہے تو قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے۔

### لاپتا خاوند کے مال سے زوجہ کے نفقہ لینے کا حق

جب لاپتہ خاوند کا مال ہو یا کسی پر اس کا قرض ہو، یا کسی کے پاس اس کی امانت ہو تو زوجہ کا حق ہے کہ وہ اس مال یا اس امانت اور قرض سے اپنا نفقہ بمقدار فرض طلب کرے، لیکن عورت کو اس پر گواہ پیش کرنا ہو گا کہ وہ نفقہ کی مستحق ہے اور خاوند نے اس کے نفقہ کے لیے مال چھوڑا ہے نہ کوئی وکیل۔

### قاضی کی نافذ کردہ طلاق رجعی ہو گی

خاوند کے نفقہ نہ دینے کی بنا پر قاضی جو طلاق نافذ کرے گا وہ رجعی ہو گی اور خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ دوران عدت نفقہ دے کر رجوع کرے ، اگر اس نے نفقہ نہیں دیا تو رجوع صحیح نہیں ہو گا۔

### خاوند کے لاپتہ (مفقود) ہونے کی صورت میں فسخ نکاح

جو شخص مسلمانوں کے شہروں میں گم ہو جائے اور اس کی بیوی کو اس کی کوئی خبر نہ ملے تو تو اس کی بیوی کو حق ہے کہ وہ حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور جہاں جہاں اس کا خاوند اس کے گمان میں جا سکتا تھا، اس سے مطلع کرے اور حکام اور پولیس اس کی تفتیش کریں اور جب اس کو تلاش کرنے سے سب عاجز آجائیں تو پھر حاکم اس کے لیے چار سال کی مدت مقرر کرے جب وہ مدت ختم ہو جائے تو اس کے بعد وہ چار ماہ دس دن تک عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے۔

### ناچاقی کی صورت میں جب کسی طرح صلح نہ ہو تو قاضی طلاق نافذ کر سکتا ہے

جب زوجین میں شدید نزاع ہو اور قرآن مجید میں بتائے طریقہ کے مطابق ان میں صلح ممکن نہ ہو تو یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے پھر وہ دو منصف مقرر کرے، ایک زوج کی جانب سے اور دوسرا زوجہ کی جانب سے اور افضل یہ ہے کہ وہ دونوں پڑوسی ہوں، اگر رشتہ دار نہ مل سکیں تو

اجنبی مقرر کر دیے جائیں اور ان منصف نمائندوں زوجین کے پاس بھیجا جائے اگر وہ ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو فبہا، ورنہ وہ طلاق کا فیصلہ کریں اور اس وقت قاضی پر لازم ہے کہ وہ حکمین فیصلہ کے مطابق طلاق نافذ کر دے، یہ طلاق بائنہ ہو گی۔

**خاوند کے مظالم کی بناء پر عورت قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے**

اگر زوجہ کو خاوند سے ضرر لاحق ہو تو وہ قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے ضرر سے مراد وہ امور ہیں جو شرعا جائز نہیں ہیں مثلاً بغیر سبب شرعی کے خاوند عورت سے علیحدہ رہے، یا بغیر سبب شرعی کے مار پیٹ اور گالم گلوچ کرے، عورت ان چیزوں کو قاضی کے سامنے ثابت کر کے طلاق حاصل کر سکتی ہے[14]۔

مفتی مالکیہ اور شیخ الجامع الازہر نے جو گیارہ صورتوں میں عورت کو خاوند سے طلاق حاصل کرنے کا حق مالکی مذہب کے مطابق بیان کیا ہے، ان میں سے پہلی نو صورتیں وہ ہیں جن میں خاوند کے نفقہ نہ دینے یا نفقہ پر عدم قدرت کی وجہ سے قاضی کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے اور گیارہو میں صورت وہ ہے جس میں خاوند کے ظلم اور ضرر کی بناء پر قاضی کو طلاق دینے یا نکاح فسخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان دس صورتوں کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا[15]

اور جب عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں حسن سلوک سے روک لو یا انہیں دستور کے مطابق چھوڑ دو، اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکو تا کہ تم سختی کرو۔

اور عورت کو نفقہ نہ دینا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اس پر ظلم کرنا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اگر خاوند اس ضرر اور زیادتی سے باز نہ آئے تو حکام پر واجب ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔

**عدم نفقہ کی بناء پر تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین:**

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: كتب عمر إلى أمراء الأجناد أن ادع فلانا وفلانا ناسا قد انقطعوا من المدينة ودخلوا منها فإما أن يرجعوا إلى نسائهم وإما أن يبعثوا إليهن بنفقة وإما أن يطلقوا ويبعثوا بنفقة ما مضى[16]۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے امراء کی طرف لکھا کہ فلاں فلاں شخص مدینہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اپنی بیویوں سے غائب ہیں ان سے کہو کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس لوٹیں یا ان کا خرچ بھیجیں، ورنہ ان کا پچھلا خرچ بھیج کر انہیں طلاق دے دیں۔

---

[14] المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ، مصر، فتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، ج:۱، ص:۲۷۸۔۲۸۱، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۱۴۰۰ھ

[15] سورۃ البقرۃ:۲۳۱

[16] عبد الرزاق، المصنف، ج:۷، ص:۹۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

عن ابن المسيب قال: اذا لم يجد الرجل ماينفق علی امراته جبر علی ان یفارقها۔ عن ابی الزنادعبد الله بن ذکوان المدني قال: سألت سعيد بن المسيب عن الرجل لا يجد ما ينفق علی امرأته أيفرق بينهما؟ قال: نعم قلت: سنة؟ قال: سنة [17]۔

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس س کی بیوی کا خرچ نہیں ہو تو اس کو طلاق پر مجبور کیا جائے گا۔ ابوالزناد کہتے ہیں میں نے ابن مسیب سے پوچھا جس شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ ابن مسیب نے کہا: ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ میں نے پر چھا: کیا یہ سنت ہے؟ کہا: ہاں سنت ہے۔

## حکمین کی تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق بن ہمام روایت کرتے ہیں:

۱۔ عن عبيدة السلماني شهدت علی علی بن ابی طالب وجاءته امرأة وزوجها، مع کل واحد منهما فئام من الناس ۔ فاخرج هؤلاء حکما من الناس وهؤلاء حکما فقال علی للحکمين، اتدريان ماعليکما، ان رأيتما ان تفرقا فرقتها وان رايتما ان تجمعا جمعتها، فقال الزوج: اماالفرقة فلا فقال علی کذبت ، والله لا تبرح حتی ترضی بکتاب الله لك وعليك فقالت المرأة رضيت بکتاب الله لی وعلی [18]۔

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک عورت اور اس کا خاوند آیا اور ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی، ایک فریق نے اپنا حکم (منصف) مقرر کیا اور دوسرے فریق نے بھی اپنا حکم مقرر کیا، حضرت علی نے دونوں حکموں سے کہا اگر تمہاری رائے میں ان کی علیحدگی درست ہو تو ان کو علیحدہ کر دینا، اور اگر تمہاری رائے میں ان کا ساتھ رہنا درست ہو تو ان کو ساتھ رہنے کا حکم دینا، خاوند نے کہا علیحدگی کا فیصلہ مت کرنا ، حضرت علی نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو بخدا تم اس وقت تک نہیں جاسکتے جب تیک کہ کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جاؤ خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا خلاف، عورت نے کہا میں کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں خواہ میرے حق میں ہو یا خلاف!۔

۲۔ عن ابن عباس قال: بعثت انا ومعاوية حکمين فقيل لنا: ان رايتما ان تجمعا جمعتما وان رايتما ان تفرقا فرقتما. قال معمر وبلغنی ان الذی بعثهما عثمان [19]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور معاویہ کو حکم بنا کر بھیجا گیا اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تمہاری رائے میں ان کا اجتماع درست ہو تو ان کو مجتمع کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کی تفریق درست ہو تو تفریق کر دو، معمر کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ ان کو بھیجنے والے حضرت عثمان تھے۔

---

[17] عبد الرزاق، المصنف، ج:۷، ص:۹۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[18] عبد الرزاق، المصنف، ج:۶، ص:۵۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[19] عبد الرزاق، المصنف، ج:۶، ص:۵۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

۳۔عن الشعبی قال: ان شآء الحکمان فرقاء ان شاء اجمعا۔ عن ابی سلمۃ ان شاء الحکمان ان یفترقا فرقاً وان شاءان یجمع جمعا[20]۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ دونوں حکم اگر چاہیں تو جمع کریں اور اگر چاہیں تو تفریق کر دیں۔ ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں حکم تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر جمع کرنا چاہیں تو جمع کر دیں۔

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الامر نے عدم نفقہ، مفقود ظلم وضرر کی دس صورتوں میں مذہب مالکیہ کے مطابق قاضی کے طلاق نافذ کرنے اور حکمین کی تفریق کا جواز بیان کیا تھا ہم نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ، اور اقوال صحابہ و تابعین سے سے متعدد حوالے بیان کر دیے ہیں تا کہ کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ ان صورتوں میں صرف امام مالک کے اقوال پر فسخ نکاح ہے۔ علاوہ ازیں ائمہ احناف نے ضرورت کے مواقع پر دوسرے ائمہ کے اقوال اور خصوصا امام مالک کے قول پر فتوی دیے ہیں اور فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہو تا ہے مذہب غیر پر فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں فقہائے احناف کی رائے ذکر کر دی جائے۔

**مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کے بارے میں فقہائے احناف کی رائے:**

مذہب غیر پر فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ان الحکم ثلاثۃ انواع منه مالا یصح اصلا وان نفذہ الف قاض وھو ماخالف کتابا او سنۃ مشھورا او اجماعا و منه ما ثبت فه الخلاف قبل الحکم ,ویرتفع بالحکم حتی لو رفع الی قاض اخولا یراہ امضاہ ,ومنه ماثبت الخلاف بعد الحکم ای وقع الخلاف فی صحۃ الحکم به فھذا ان رفع الی قاض اخر فان کان لایراہ ابطله وان کان یراہ امضاہ[21]۔

قاضی کے حکم کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ ہے میں ہیں اس کا حکم بالکل صحیح نہیں ہے خواہ ہزار قاضی اس حکم کی توثیق کر دیں یہ وہ حکم ہے جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو۔ تیسری قسم وہ ہے میں میں قاضی کے حکم کے بعد اختلاف پیدا ہوا ہو، ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے اور اگر وہ اس کو جائز سمجھتا ہو تو نافذ کر دیے در اگر ناجائز سمجھتا ہو تو اس حکم کو باطل کر دے۔

اس عبارت سے معلوم ہو تا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب پر فتوی دیا جاسکتا ہے اور قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ دوسرے مذہب پر اپنی صواب دید پر فیصلہ کر سکتا ہے۔

**ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ:**

ضرورت کی بناء پر ہم نے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کی صورتیں جو بیان کی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ اگر کوئی شخص افلاس کی بناء پر بیوی کو نفقہ نہیں دے رہا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

---

[20] عبد الرزاق، المصنف، ج:۶، ص:۵۱۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[21] شامی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین، رد المحتار، المعروف فتاوی شامی، ج:۳، ص:۵۲، مطبوعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷

2۔ اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تو وہ قاضی کے ہاں مقدمہ کرے اور قاضی اس کے مفقود الخبر ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد اسے چار سال انتظار کا حکم دے پھر عدت وفات کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے، امام مالک امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اسی پر فقہائے شافیہ کا فتویٰ ہے۔

3۔ اگر شوہر مفقود الخبر ہو اور عورت کے گذارے کے لیے بالکل خرچ نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے نزدیک قاضی فی الفور تفریق کر دے گا، امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔

4۔ اگر شادی کے بعد خاوند کسی طویل المیعاد بیماری میں مبتلا ہو گیا اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں تو عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور تفریق کر دے گا۔ یہ بھی امام مالک کا مذہب ہے۔

5۔ اگر خاوند کو لمبی مدت کے لیے سزا ہو گئی اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں ہے تب بھی امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے گا۔

6۔ خاوند غائب ہو ااس کا پتا معلوم ہو اور اس سے ڈاک کا رابطہ بھی ہو اور وہ خوشحال بھی ہو لیکن تنگ کرنے کے لیے عورت کا خرچ نہ دے اور نہ ہی اس کو طلاق دے، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قاضی اس کو طلاق دے سکتا ہے، امام شافی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

7۔ خاوند حاضر اور موجود ہو اور مالدار بھی ہو، لیکن عورت کو نہ نفقہ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو تو امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی طلاق نافذ کر دے گا۔

8۔ عورت یہ ثابت کر دے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا ہے، مثلاً بلا وجہ مار پیٹ یا گالم گلوچ کرتا ہے تو عورت کے مطالبہ پیر امام مالک کے مذہب میں قاضی تفریق کرا سکتا ہے۔

9۔ ناچاقی کی صورت میں جب صلح کا امکان نہ رہے تو امام مالک کے نزدیک دو حکم مقرر کیے جائیں اور وہ اپنی صواب دید سے زوجین میں تفریق کر سکتے ہیں۔

10۔ مفقود الخبر اگر جنگی صفوں کے درمیان سے غائب ہوا ہے تو امام مالک کے نزدیک حاکم اس کو ایک سال بعد نکاح کی اجازت دے دے گا اس میں عدت وفات نہیں ہے۔

ان تمام صورتوں کا ہم نے ائمہ مذاہب کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے اس پر دلائل بھی قائم کر دیے ہیں۔

**مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم**

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذاہب پر ہم نے جن دس صورتوں میں عورت کے مطالبہ پر قاضی کے طلاق دینے اور نکاح فسخ کرنے کا حق بیان کیا ہے، ان صورتوں میں اگر پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک کی عدالتوں میں سے کسی عدالت نے طلاق نافذ کر دی یا نکاح فسخ کر دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فاما اذا کان من اهل الاجتهاد ینبغي ان یصح قضاء في الحکم بالاجماع ولا یکون لقاضی خران
یبطله لانه لا یصدق علی النسیان بل یحمل علی انه اجتهد فادی اجتهاره الی من هب خصیه
فقضی به فیکون قضاءه باجتهاده فیصح في حادثة وهي محل الاجتهاد برایه. (الی قوله) لاتفاق

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اهل الاجتهاد علی ان للقاضی ان یقضی في محل الاجتهاد بما یؤدي إلیه اجتهاده فکان هذا متفقا علی صحته[22]۔

جب قاضی مجتہد ہو اور وہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے مذہب کے مطابق کسی مقدمہ میں فیصلہ کر دے تو اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے اور دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے مسترد کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے بھول کر یہ فیصلہ کیا ہے، بلکہ قاضی نے اس مسئلہ میں اجتہاد (غور و فکر) کیا اور اس کا اجتہاد دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو گیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا، لہٰذا جو مسائل محل اجتہاد میں ان میں اس کا یہ فیصلہ صحیح ہے، کیونکہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی محل اجتہاد میں اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس فیصلہ کی صحت پر اتفاق ہے۔

**خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم**

اگر ان دس صورتوں میں سے کسی صورت میں عورت قاضی کے ہاں فسخ نکاح کا دعوی کرے اور خاوند عدالت میں میں پیش نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے وکیل کر لیا جائے اور اگر وکیل نہیں کیا گیا اور عدالت نے عورت کے حق میں فیصلہ کر کے طلاق نافذ کر دی یا طلاق دے دی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ قضاء للغائب صحیح ہے اس لیے نکاح فسخ ہو جائے گا اور چونکہ فقہا احناف کے نزدیک ضرورت کی بنا پر مذہب غیر پر عمل جائز ہے اور ان دس صورتوں کا تعلق ضرورت۔ سے ہے اس لیے احناف کے نزدیک بھی یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جاتے گا

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا رای القاضی المصلحة في الحكم للغائب و علیه فحكمه ینفذ لانه مجتهد [23]۔

حب قاضی غائب کے حق میں یا غائب کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

**خلاصہ بحث**

پاکستان کے رائج الوقت قانون انفساخ از دواج مسلمانان ۱۹۳۹ء کے تحت عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کے ظلم و بے رحمی کے سبب عدالت میں طلب تفریق کی درخواست پیش کر سکتی ہے اور عدالت شوہر کا ظلم ثابت ہو جانے کی صورت میں نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

اس ضمن میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہو گا کہ ہماری عدالتوں میں حکم مقرر کئے جانے کا طریقہ رائج نہیں ہے اگر حکم قرآنی کے پیش نظر حکم مقرر کر دئے جائیں جو دریافت حال کے بعد عدالت کو اپنی رپورٹ پیش کریں جس طرح بعض دیوانی مقدمات Local (Commission) مقرر کیے جاتے ہیں جو جگہ متداعیہ (Disputed Property) پر جا کر فریقین کا مؤقف سن کر مختلف لوگوں کے بیانات قلمبند کر کے ایک رپورٹ عدالت میں جمع کرواتے ہیں جس رپورٹ کی بنیاد پر عدالت کے سامنے ان کے حقائق واضح ہو جاتے ہیں اور فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی رہے اور عدالت اس رپورٹ کی روشنی میں مناسب فیصلہ کرے تو زوجین کے تعلقات میں اصلاح کا زیادہ امکان ہو گا۔ اگرچہ عائلی عدالتوں کے قانون مجریہ ۱۹۶۴ء کے تحت حاکم عدالت کے لے یازم قرار دیا گیا ہے کہ فریقین کو صلح و صفائی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے اور ان کو اس کے لئے موقع

---

[22] کاسانی، علامہ علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع، ج:۷، ص:۵، مطبوعہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[23] ابن ہمام، علامہ کمال الدین، فتح القدیر، ج:۵، ص:۳۶۹، ۳۶۸، مطبوعہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، س-ن

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

دے لیکن عملی طور پر صلح کرانے کا کام نہ صرف ایک جج کے لئے چند دشواریوں کا موجب ہے بلکہ مفید نتائج بر آمد ہونے کی بھی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس بناء پر مناسب ہو گا کہ قانون انفساخ از دواج مسلمانان، مجریہ ۱۹۳۹ء( Dissolution of Muslim 1939 ,Marriages Act)اور مغربی پاکستان عائلی عدالتوں کے قانون، مجریہ ۱۹۹۴ء(W.P. Family Courts) کی متعلقہ دفعات میں مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں مناسب ترمیم کی جائے۔ اس سلسلے میں دیگر اسلامی ممالک کے مرور قوانین کو بھی پیش نظر رکھنا مفید ہو گا۔

کتابیات

* طاہر القادری، ڈاکٹر، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن پبلی کیشنز، اشاعت جولائی ۲۰۱۹ء
* مرغینانی، برہان الدین، الھدایہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
* سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور
* قطب شہید، سید محمد، فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۸۶
* سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور
* قاضی محمد رویس خان ایوبی، عدالتی فسخ نکاح کی شرعی حیثیت، مضمون مشمولہ، ماہنامہ الشریعہ گوجراں والا
* شامی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین، رد المحتار، المعروف فتاوی شامی، مطبوعہ عثمانیہ استنبطول
* کاسانی، علامہ علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع، مطبوعہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
* ابن ہمام، علامہ کمال الدین، فتح القدیر، مطبوعہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر